نبی رحمت ﷺ کی حیات و خدمات: جنگ و امن میں

ڈاکٹر ثمر سلطانہ
محمد علی جنید
اور
آصف رضا
شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی

تلخیص

رہنماوؤں اور قائدوں کی حیات میں جبکہ وہ ریاست کے مقتدرِ اعلیٰ ہوں دو ادوار اُن کے سوانح نگاروں کی توجہ کا مرکز بنتے ہیں جنھیں ہم جنگ و امن کے ناموں سے پکارتے ہیں ٹالٹسائی کے روسی کلاسک شاہکار (war and peace) نے تو اس جملے کو ادب و تاریخ میں امر کر دیا ہے۔ دنیا نے بڑے بڑے فاتح و مدبروں کو دیکھا ہے کہ کوئی جنگجو فاتح ہوتا ہے تو اُس میں رحم کمزور پڑتا جاتا ہے اُور وہ حالتِ امن میں بھی عوام الناس کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتے جیسے میدان جنگ میں ہوں، اگر سیاسی مدبر ہوں تو وہ میدان جنگ میں کامیاب نہیں ہوتے جیسے جرنل ایڈمیرل نیلسن نے برطانوی تاریخ میں نپولینی پرواز کو محدود کر دیا مگر نپولین امر ہو گیا سیاست و جنگ میں جبکہ نیلسن صرف فاتح کہلایا، امریکی جنرل ڈگلس میک آرتھر کو جنگ عظیم دوئم نے عظیم شہرت و عزت سے ہمکنار کیا مگر وہ امریکی سیاست میں سیرڑھیاں نہ چڑھ سکا۔ کوئی حد سے بڑھی خود اعتمادی کی صلیب پر چڑھ گیا تو کوئی احساس کمتری کے سبب ناکام ہو گیا، کسی کو فرعون و قارون کا غرور لے ڈوبا تمام تاریخی انسانوں میں اگر کوئی جامع و کامل شخصیت قیادت، نبوت، دوراندیشی، حزم و احتیاط، عفو و درگزر، رحم و عاجزی، انکساری، طرزِ کلام و شجاعت میں سب تاریخی شخصیات بے مثل ہے تو وہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، آپ کی حیات کے دو پہلوؤں سے چنیدہ جھلکیاں اس تحریر میں معتبر آثار کی روشنی میں پیش کرنے کی ادنا سی کوشش کی ہے جو آپ ﷺ کے تاریخی کردار کو تمام رہنماوؤں، سیاست دانوں، مدبروں، حکیموں، متکلموں اور فاتحوں سے منفرد و افضل ثابت کریگی۔

Abstract

To write few words regarding prophet of Islam is not an easy task. one should have total command over theprophet sayings (ahadith) and a literature of prophet biographies. For muslims he is not an ordinary men but a,leader,a statesmen, a military commander and the spirtual leader.In reality he is considered more then all above mentioned titles. For them he is a last prophet and sealed of prophet Hood ship. Men who is divinely innocent by nature and instinction, a rightous men. Ths article focuses on the two aspects of prophet (P.B.U.H)) life during war and his daily life during the period of peace. This articlesdefine how he maintained morality with strategy in the battle fields and preserved his kindness,humbleness and austerity during peace writer expresses his views that prophet (P.B.U.H) follows and observes rights of

men (huqooq al abad) that is islamic predecessoring alternatives to western concept of human rights. It also reveiw the crtitical point of view presented by orientalist and retaliates their objection in philosophical manners and tried his level best to use authentic prophet sayings.

تعارف

انسانی تاریخ میں علم الادیان کسی ایسے نبی کے حالات و واقعات سے واقف نہیں ہے جس کی بابت اتنی عمدہ اسناد سے حالات جمع کیے گئے ہوں، جیسے محمد ﷺ کی بابت جمع ہوگئے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے سبب سیرت نگاری کا ایک الگ تخصیصی شعبہ وجود میں آ گیا، آپ ﷺ کی پیدائش ووفات (۶۳۲ء تا ۵۷۱ء) تک کے حالات و واقعات پر گذشتہ ۱۴۰۰ سالوں میں مسلسل علمی و تحقیقی کام جاری وساری ہے، ہر مصنف اور وقائع نویس نے الگ الگ پہلو کو موضوع سخن بنانے کی کوشش کی ہے. بس فرق یہ رہا کہ آپ ﷺ کی سیرت کو اب تک اسمائے الرجال کی روشنی میں حدیث وتاریخ کے ذخیرہ سے معتبر واقعات کو ترتیب واسناد سے پیش نہیں کیا گیا ہے۔

اب تک غالبًا حافظ ابن قیم جوزیہؒ کی زاد المعاد اپنی علمی فقاہت اور محدثیت کے ساتھ عمدۃ السیرت کا درجہ رکھتی ہے، صفی مبارک پوری کی الرحیق المختوم بھی بڑی حزم واحتیاط سے لکھی گئی کتاب ہے، امیر حمزہ کی ''سیرت کے سچے موتی'' میں بھی صحیح وحسن احادیث کو بروئے کار لایا گیا ہے مگر کتاب کا اختصار اور وسعت کا مطالبہ کرتا ہے، مگر بلا آخر اس کمی کو جناب ڈاکٹر علی محمد صلابی، ڈاکٹر ضیا اکرم العمری اور ڈاکٹر لقمان سلفی نے پورا کر دیا ہے اِن تینوں حضرات نے اپنی سیرتوں کو احادیث مبارکہ اور آ ثار سے مرتب کیا ہے، جس میں صحیح اور حسن آ ثار کو بنیاد بنایا ہے بالخصوص صلابی کا کام تین ضخیم جلدوں پر محیط نظر آ تا ہے، حال ہی میں علامہ شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی کی ''سیرت النبی ﷺ'' روایات وآ ثار کی تخریج وتحقیق صحتِ آ ثار کے ساتھ طبع ہوئی ہے، جس سے صحیح سیرتِ نبوی ﷺ کی تدوین سامنے آئی ہے۔

علامہ البانی نے امام ترمذی کی شمائل نبوی ﷺ سے صحیح آ ثار چُن کر ''صحیح شمائل نبوی ﷺ'' ترتیب دی تو حافظ زبیر علی زئی صاحب نے امام بغوی کی شمائل نبوی پر عمدہ کتاب ''الانوار فی شمائل نبی المختار ﷺ'' کا ترجمہ، تخریج وصحتِ حدیث کے ساتھ کر کے شمائل نبوی پر کام کرنے والوں کے لئے اردو میں راہیں کھول دی ہیں، حال ہی میں مولانا ابراہیم فیضی صاحب نے ایک عظیم کام سرانجام دیا اُنہوں نے'' مسند امام احمد بن حنبل'' کی تیس ہزار احادیث سے انتخاب کر کے ''حیاتِ طیبہ ﷺ مسند امام احمد کی روشنی میں'' کو تحریر فرمایا ہے۔

ابن کثیرؒ کی سیرۃ النبویہ اور ابن حزمؒ کی جوامع السیرۃ میں محدثانہ نہج نظر آ تی مگر زاد المعاد جیسی بات نظر نہیں آ تی یونکہ جوامع السیرۃ درحقیقت سیرت کی معلومات کے مختصر نوٹس یا بیاض کی قسم کا محققانہ کام ہے جو عصرِ جدید سے مطابقت رکھتی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ زاد المعاد درحقیقت محدثین ومفتیوں کے کام کی چیز ہے اس میں سیاست ومغازی پر بھی اگر چہ بہت کچھ مواد مل جاتا ہے، مستشرقین کو سیوطی، قسطلانی، واقدی زیادہ بھاتے ہیں وہ احادیث کو ایسا مقام نہیں دیتے جو ان کا حق ہے حالانکہ احادیث میں تحقیق و اسناد کا سلسلہ انہیں معتبریت میں مغربی ومشرقی طریقہ تحقیق سے برتر بناتا ہے برھان حلبی، قسطلانی، سیوطی بڑے اخباری ضرور ہیں مگر ان

کی کتب میں ہر قسم کی کھری کھوٹی روایت ملتی ہے، جن کا ابھی تک روایتاً و درایتاً جائزہ نہیں لیا گیا ہے۔ مگر ابن سعد میں نسبتاً تحقیق وصحتِ آثار کا معیار بہت بہتر ہے، ضعیف موضوعات کی بڑی تعداد الگ کرنا باقی ہے، عصر حاضر میں امام البانی، احمد شاکر، ڈاکٹر ضیا الاعظمی، ڈاکٹر علی محمد محمد صلابی، ڈاکٹر ضیا اکرم العمری، ڈاکٹر لقمان سلفی، حبیب الرحمان کاندھلوی، زبیر علی زئی، حافظ عمران لاہوری، حافظ انور، ارشاد الحق اثری، حافظ گوندھلوی نے رجال کو از سر نو کنگھالا ہے، عربی میں تو اس پر قدیم وجدید ذخیرہ صدیوں سے موجود ہے، شبلی و ندوی، سلیمان منصور پوری کا کام عمدہ ہے مگر وہاں بھی نظری بحث زیادہ ہے کئی روایتیں روایتی نہج پر نظر آتی ہیں، درایت کم ہے۔

ہیکل کی سیرۃ مستشرقین کے نقطہ نظر سے عمدہ کتاب ہے، مگر ندوۃ العلما، ہیکل وطہ حسین بھی واقدی کے سحر سے نکل نہ سکے ان حضرات کو نویں ودسویں ہجری کی مواہب الدنیہ وخصائص الکبری تو نظر آ گئیں مگر محققانہ زاد المعاد، جوامع السیرۃ، سیرت النبویہ (ابن کثیر)، مغازی عروہ بن زبیر نسبتاً رنگین اور محیر العقول قصص کی کمی کے سبب نجانے کتنی ہی روایتیں یہاں سدی صغیر وکبیر، ہشام کلبی، ابو مخنف، اور زرارہ بن عین جیسے کذابوں سے روایت کی گئیں ہیں، یہ سب یعقوبی، مسعودی، طبری، کے محبوب راوی ہیں حالانکہ محدثین علما الرجال ان کی صحت ظاہر کر چکے ہیں، ابن سعد اور ابن ہشام معتبر ہونے کے باوجود ان سے تاریخی آثار لینے میں مجبور تھے بعد کے تمام مؤرخین بشمول ابن کثیر وخلدون کو ان قدم پر علمی انحصار کرنا پڑا۔ ان اخباری وضعیف راویوں کی بنیاد پر اسپرنگر، مارگیولث، ولیم میور اور سلمان رشدی نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرۃ مسخ کرنے کی جسارت کی خصوصاً جہاد ان کی تنقید کی نوک پر رہا ہے۔

۹/۱۱ کے بعد مغرب کی دہشت گردی کے خلاف جنگ نے اس بحث کو از سر نو زندہ کر دیا ہے، اور اب اسناد وتحقیق کو بروئے کار لانے کی ضرورت کو اور ضروری کر دیا ہے۔ اب مورخین کا فرض بنتا ہے کہ خلف کہ ذخیرے پر انحصار کرنے کی بجائے احادیث کے ذخیرے پر محققانہ نگاہ ڈالیں اور تاریخ پر محققانہ اسناداً ودرایتاً نگاہ ڈالیں ہم نے اس مقالے میں کوشش کی ہے کو کوئی موضوع وضعیف روایت نا لائیں جہاں ایسا ہو تو اس کے شواہد ومتابع موجود ہیں، ترمذی کی شمائل کے تمام شواہد احادیث وآثار موجود ہیں، امام بغوی کی ''رسول اللہ ﷺ کے لیل ونہار'' میں اس کے اکثر متابع وشواہد موجود ہیں، زبیر علی زئی نے اس کی رجالاً تخریج کر دی ہے اور ''خصائل محمدی ﷺ'' نامی شرح میں زکریا کاندھلوی کی شرح بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

میں یہ کہنے میں کوئی افسوس محسوس نہیں کرتا کہ سرسید کا ولیم میور کی کتاب "Life of Muhammad" کا رد موسوم بہ ''خطبات احمدیہ'' بہ نسبت شبلی کے زیادہ روایتاً ودرایتاً کام ہے اور اسلام کا عمدہ دفاع ہے، اور اس کتاب سے سرسید کے کُلی مُنکرِ حدیث ہونے کا تاثر نہیں مل پاتا ہے غالباً وہ انکار حدیث کی بجائے منطقیانہ تاویل کی طرف جھکاؤ رکھتے ہوں۔ (واللہ علم)

جیسا کہ مائیکل ہارٹ نے بتایا ہے کہ کیوں اُس نے محمد ﷺ کو ''سو عظیم شخصیات'' نامی کتاب میں سر فہرست رکھا وہ کہتا ہے کہ:

> ''چونکہ دنیا میں عیسائیوں کی تعداد مسلمانوں سے دگنی ہے، اس لیے ابتداء میں محمد ﷺ کو فوقیت بہت سوں کو عجیب محسوس ہوگی، تاہم میرے اس فیصلے کی دو بنیادی وجوہات ہیں اول محمد ﷺ نے ترویج اسلام کے سلسلے میں عیسیٰؑ سے کہیں بڑھ کر کام کیا ہے حالانکہ عیسیٰؑ، عیسائیت کی بنیادی اخلاقیت کے ذمہ دار ہیں تا

ہم محمد ﷺ اسلام کی دینی تعلیمات اوراس کے بنیادی اصولوں دونوں کے ذمے دار تھے،مزید برآں آپ ﷺ نے دین اسلام کے طرف لوگوں کوراغب کرنے میں اوراسلام کے عقائد کومسلمہ بنیادوں پراستوار کرنے میں کلیدی کردارادا کیا ہے‘‘۔(۱)

غالباً آپ ﷺ کا اثر عیسایت پر عیسیٰؑ اور سینٹ پال کے مجموعی اثر سے زیادہ رہا ہے خالصتاً مذہبی سطح پر یہ امر غالب ہے کہ انسانی تاریخ میں یسوع مسیح کی طرح زیادہ مؤثر شخصیت ہیں، یسوع مسیح کے برعکس محمد ﷺ دینی ودنیاوی ہردولحاظ سے ہادی ورہبر ہیں، عربوں کی فتوحات کے پیچھے آنخضرت ﷺ کی ذات گرامی کی بھرپور قوت کارفرما نظر آتی ہے جس نے آپ ﷺ کو ہرزمانہ کی زیادہ متاثر کن سیاسی شخصیت بنادیا ہے۔(۲)

یہ آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کی قوت کا اثر تھا جس نے ول ڈیورانٹ کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ ۵۶۵ء میں ایک عظیم سلطنت کا شہنشاہ جسٹنین فوت ہوا، پانچ سال بعد تین چوتھائی صحراپر مشتمل ملک کے غریب گھرانہ میں محمد ﷺ کی پیدائش ہوئی،اس ملک میں خانہ بدوش قبائل کی چھدری آبادیاں قائم تھیں جن کی مجموعی دولت سینٹ صوفیا کی قربان گاہ کی تزئین وآرائش کے لیے بھی ناکافی ثابت ہوتی،اُن برسوں میں کوئی شخص تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ایک صدی میں یہ خانہ بدوش نصف بازنطینی ایشیاء،سارا فارس ومصر،زیادہ تر شمالی افریقہ فتح کرلیں گے اور پھر اسپین کی جانب بڑھیں گے۔جزیرہ عرب کا ایک دم فتوحات شروع کرنا اور مدیترانہ کی آدھی دنیا کا مذہب تبدیل کردینا قرون وسطیٰ کی تاریخ میں ایک نہایت غیر معمولی نوعیت کا واقعہ ہے۔ (۳)

محمد ﷺ نے اپنی مختصر سی زندگی (سال ۶۳) میں عرب جیسے گمنام اور دنیا سے الگ تھلگ ملک میں ایسی قوم پیدا کی جس کی شیرازہ بندی آپ ﷺ سے قبل کبھی نہ ہوئی تھی، آپ ﷺ نے ایک ایسا دین پیش کیا جس نے دنیا کے وسیع وعریض علاقوں میں یہودیت، ونصرانیت کوان کے اونچے مقام سے ہٹا کرخوداُن کی جگہ لے لی،اور آج بھی اولادآدم کی بہت بڑی تعداداسی دین کی پیرو کار ہے۔

آپ ﷺ نے ایک ایسی مملکت کا سنگ بنیاد رکھا جواس وقت کی متمدن دنیا کے بہترین علاقوں کو بہت جلد اپنے وسیع وعریض دامن میں سمیٹ لینے والی تھی، آپ ﷺ اُمّی تھے،لیکن آپ ﷺ کے وسیلہ سے ایک ایسی کتاب منصۂ شہود پرآئی جس پر دنیا کی آبادی کے آٹھویں حصے کا یہ یقین وایمان ہے کہ یہ کتاب تمام حکمت،فلسفہ اورشریعت کا سرچشمہ ہے۔(۴)

یہ محمد ﷺ ہی تھے جنہونے عربوں کودائمی ومسلسل امن سے روشاس کروایا ان کوفوجی مدبریت وبیرونی فتوحات و جغرافیہ سے روشناس کروایا،انہوں نے عربوں کوامن سے متعارف کروایا، جوناختم ہونے والے قبائلی جھگڑوں اور بھیڑوں کے دائرہ کار کا اسیر ہوچکا تھا،ایک کے بعدایک قبیلہ آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہتا چلا گیا اور مسلم اُمہ کا حصہ بنتا چلا گیا اور بلآخر ۶۳۰ء میں مکہ کا قابل فخر شہر بھی کھلے بازوؤں اوردل کے ساتھ آپ ﷺ پرفدا ہوگیا اوراس نے اپنے دروازے مسلم افواج کے لئے کھول دیے یوں محمد ﷺ نے اپنا آبائی شہر بغیر کسی خون خرابے کے حاصل کرلیا۔ (۵)

مجموعی طور پر محمد ﷺ اگر غلط کاموں کو نہ روکتے اوران کا استحصال نہ فرماتے تو عرب اوراس کے قرب وجوار کے ملکوں میں

انسانی قربانیوں، چھوٹی بچیوں کے قتل، خونی جھگڑوں، عورتوں کے ساتھ غیر محدود شادیوں، غلاموں کے ساتھ نہ ختم ہونے والے ظلم وستم، شراب نوشی اور جوابازی کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری رہتا۔ (۶)

یہ آپ ﷺ ہی تھے جنہوں نے جنگ میں بھی امن و بزم کی کیفیت برپا کی، صدیوں سے جاہل، اُجڈ قوم کو تمدنی دنیا کا سرخیل بنا دیا، چند نفوس قدوسہ کی تائید وحمایت کے دم پر، بہت کم جانوں کے ضیاع کے ساتھ اسلامی تہذیب وتمدن کی داغ بیل ڈالی، مہابھارت کے کروڑوں مُردوں، انقلاب فرانس کے شاخسانے میں مرنے والے ۶۶ لاکھ افراد، انقلاب روس کے ایک کروڑ مُردوں، جنگ عظیم اول کے ۳۷ لاکھ مرحومین اور جنگ عظیم دوئم کے سوا کروڑ مُردوں کے مقابلے میں صرف ڈھائی تین سو لاشیں دفاع میں گرا کر ایسی ملت وسلطنت کی داغ بیل ڈالی جو اپنی زندگی کے ۱۴۰۰ سال پورے کر چکی ہے۔ (۷)

محمد ﷺ دورِ امن میں

محمد ﷺ کی حیات کے جس پہلو پر سب سے زیادہ، احادیث، آثار شمائل وواقعات ملتے ہیں وہ آپ ﷺ کے دورِ امن یا روز مرہ کے معمولات کی بابت ہیں جن میں آپ ﷺ بیک وقت نبی، باپ، شوہر، رہنما، مذہبی سربراہ، تاجر، دوست، سربراہ مملکت، قاضی و معلم نظر آتے ہیں، آپ ﷺ دورِ امن میں روزمرہ کے معمولات جس طرح گزارتے تھے اس کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں ہے، حضرت عائشہ ؓ سے صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے حسن واخلاق کی بابت دریافت کیا تو صدیقہ ؓ نے فرمایا: ''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟، جواب میں عرض کیا گیا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا قرآن ہی آپ ﷺ کا اخلاق وکردار ہے''، (لُب لباب گفتگو یہ ہے کہ) آپ ﷺ دورِ امن میں اپنے روزمرہ کے معمولات جس طرح گزارتے تھے اس کی ابتدا فجر کی نماز سے ہوتی اور عشاء پر اختتام ہوتا، جس کے بعد ازواج المطہرات اور گھر والوں سے معاشرت کا آغاز ہوتا تھا، باقی دن بھر آپ ﷺ اُمت ورعایا کے مسائل ووسائل کے ضمن میں مصروف رہتے تھے، حالت امن میں مسجد نبوی اُمت کا گڑھ تھی، جہاں آپ ﷺ نماز کی امامت کرتے، تبلیغ فرماتے، دینی مسائل بیان فرماتے، لوگوں کے تنازعات حل فرماتے، لوگوں کے نکاح کرواتے، وفود سے ملاقات فرماتے وغیرہ وغیرہ۔

آپ ﷺ نے خود کو کبھی انسان سے ماورا تصور نہیں کیا، جہاں تک دینی معاملات کی تشریح وتوضیح کا معاملہ تھا تو اس میں آپ ﷺ کا حکم، فیصلہ جات، تشریح وتوضیح حجت تصور کی جاتی تھی، کیونکہ آپ ﷺ صاحب وحی تھے، معصوم وغلطی سے مبرا تھے، دنیاوی معاملات میں آپ ﷺ صحابہ کرام سے مشورہ فرماتے، اُن کو اظہار رائے کے مواقع عطا فرماتے، سختی وتشدد سے پرہیز فرماتے، خود کوئی مباح عمل نہ فرماتے تو دوسروں کو کرنے دیتے، بیجا سوال وجواب کو ناپسند فرماتے، جابر بن سمرہ ؓ کا قول ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی سو سے زائد محفلوں میں بیٹھے ہیں جن میں صحابہ کرام اشعار پڑھتے تھے، اور جاہلیت کے قصے کہانیاں بیان فرماتے، مگر رسول اللہ ﷺ خاموشی سے سنتے تھے، بلکہ اکثر ہنسی میں بھی شریک ہو جایا کرتے تھے۔ (۸)

کفریہ وعاشقانہ اشعار ناپسند فرماتے مگر عربوں کی ادبیت کا لحاظ فرماتے تھے، اکثر خود بھی پاکیزہ ولطیف اشعار و لطائف

بیان فرماتے تھے،ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں بیان آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:''شعراءِعرب میں بہترین کلام لبید کا کلمہ ما خلا اللہ باطل: اللہ کے سوا سب باطل وفانی ہے''۔(۹)اسی طرح عائشہؓ کا بیان ہے کہ: رسول اللہ ﷺ اکثر راتوں کو گھر والوں کو قصے سنایا کرتے تھے، جیسا کہ بنوعذرہ کے فرد خرافہ کے حال میں آیا ہے۔(۱۰) آپ ﷺ اکثر مسکراتے و ہنستے رہتے تھے مگر آپ ﷺ کے ہنسنے سے مراد آپ ﷺ کا تبسم تھا، جیسا کہ عبداللہ بن حارثؓ کی روایت میں ذکر آیا ہے۔(۱۱) حدیہ کہ آپ ﷺ غزوہ احزاب کے دن بھی تبسم فرمارہے تھے، جبکہ دشمن سامنے تھا، آپ ﷺ بھوک کا شکار تھے، اور ایک کافر سعد بن وقاصؓ کے تیروں سے ڈھال لیکر اِدھراُدھر تھرک کر بچ رہا تھا سعدؓ بھانپ گئے اس کی پیشانی پرتاک کر تیر مارا جس پر وہ گر گیا اور ٹانگیں اُوپر اُٹھ گئیں آپ ﷺ کے لبوں پر تبسم کھل گیا(۱۱) آپ ﷺ لوگوں کی تواضع کثرت سے فرمایا کرتے تھے ایک عورت نے آپ ﷺ سے تخلیہ میں بات کرنی چاہی آپ ﷺ نے فرمایا سڑک کنارے بیٹھ جانا وہیں آ کر سن لونگا۔(۱۲)

اسی طرح بقول انس بن مالکؓ: آپ ﷺ مریضوں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں شرکت فرماتے، گدھوں پر سواری کرتے اور غلاموں کی دعوت قبول فرماتے تھے(۱۳) آپ ﷺ اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا ناپسند فرماتے تھے، باپ کے دوستوں سے حسن سلوک فرماتے (۱۴)، قطع تعلق سے کراہت فرماتے بلکہ فرماتے قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا، (۱۵) چھوٹوں سے شفقت سے پیش آتے، بچوں سے دل لگی فرماتے، انسؓ کے بھائی ابو عمیر جو چند سالوں کے بچے تھے سے پوچھتے تمہاری چڑیا کیسی ہے؟ (۱۶)

خود بھی تحفہ دیتے اور لوگوں سے بھی تحفے قبول فرماتے، انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا''اگر مجھے کوئی بکری کا ایک پیر بھی دے قبول کروں گا اس کی دعوت دی جائے ضرور جاؤں گا''(۱۷) عائشہؓ سے دریافت کیا گیا: آپ ﷺ دولت کدے پر کیا معمولات فرماتے تھے تو جواب آیا کہ:''آپ ﷺ بھی بشر تھے خود ہی بکری کا دودھ دوہتے، اور اپنے کام خود کرلیا کرتے تھے،(۱۸) انسؓ کے مطابق ان کی دس سالہ خدمت کے دوران ان کو کبھی نہ جھڑکا۔(۱۹)

ایک صحابیہ ربیعؓ نے آپ ﷺ کو ایک طباق کھجوریں اور کچھ پتلی پتلی ککڑیاں پیش کیں تو آپ ﷺ نے دست مبارک بھر سونا اور زیور عطا فرمایا، (۲۰) خود اپنے لئے کچھ محفوظ نہ فرماتے تھے جیسا کہ انسؓ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیس شب و روز ایسے گزرے کہ آپ ﷺ اور بلالؓ کے کھانے کو کوئی چیز نہ تھی، جو جاندار کھا سکے، بقول عائشہؓ: نبی اکرم ﷺ نے کبھی تین دن تک مسلسل جو کی روٹی کھا کر آسودگی نہیں پائی یہاں تک آپ ﷺ نے وفات پائی اور نہ آپ ﷺ نے درھم و دینار یا اُونٹ چھوڑ کر دنیا سے رخصتی اختیار کی۔(۲۱)

آپ ﷺ کے عہد میں اگرچہ بہت سے صحابہ کرام فتویٰ دیا کرتے تھے مگر قاضی القضاۃ تو آپ ﷺ ہی تھے، جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہ تھا، بلکہ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، جس وقت لوگوں کو احکام دریافت کرنے ہوتے آپ ﷺ جواب دے دیتے تھے جیسا کہ امام بخاریؒ نے کتاب العلم کو اس قسم کے متعدد ابواب میں تقسیم کیا ہے۔(۲۲)

مستورات تو آپ ﷺ سے فیصلے کروانے اور مسائل دریافت کرنے ازواج المطہرات کے حجروں میں حاضر ہو جایا کرتی

تھیں جس پر نہ کوئی روک ٹوک تھی اور نہ بقول امام بخاری کوئی دربان مقرر تھا صرف اجازت طلب کرنی ہوتی تھی، احادیث کی کتب میں کتاب البیوع، کتاب القصاص، کتاب الحدود و دیت، میں ایسی لاتعداد احادیث موجود ہیں۔ توقیعات و فرامین کا کوئی دفتر تو نہ تھا، مگر کچھ کاتب و سیکرٹیری موجود ہوتے تھے جن میں معاویہؓ و زید بن ثابتؓ خاص تھے جو خط و کتابت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے۔ (۲۳)

آپ ﷺ کے خاص عمال حکومت میں باذان بن سامان، شہر بن باذان، مہاجر بن امیہ، خالد بن سعید، ابوسفیان بن حرب، ابوموسیٰ اشعری، زیاد بن لبید، یزید بن ابوسفیان، معاویہ بن ابوسفیان، عتاب بن اسید، عمرو بن العاص، علی بن ابی طالب، اور علا بن حضرمی رضی اللہ عنہ شامل ہیں جبکہ خاص مشیروں میں ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، سعد بن معاذؓ سعد بن عبادہؓ اور زید بن ثابتؓ شامل ہیں، زکوٰۃ، جزیہ، اور محصولات کے حصول و جمع کے لیے مختلف علاقوں و قبائل پر ٹیکس کلکٹر متعین تھے جن کی فہرست شبلی نے فراہم کی ہے اور یہ ۲۶ افراد کی فہرست ہے جس میں خاص الخاص عمر فاروقؓ، عمرو بن العاصؓ اور خالد بن ولیدؓ ہیں۔ (۲۴)

آپ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم افراد کے مقدمات اُن کی درخواست پر سنتے تھے چونکہ ۶۲۲ء میں ہونے والے میثاق مدینہ نے اس کا قانونی جواز فراہم کر دیا تھا اس ضمن محدثین و مورخین نے تین مقدمات کا ذکر کیا ہے جس میں توریت پر عمل کروایا گیا زنا المحصنہ، زیور کی چوری اور جنگی غداری کے یہودی مقدمات آپ ﷺ نے توریت کے مطابق فیصلے کئے۔ (۲۵)

بطور محتسب بازاروں کا دورہ فرمایا کرتے تھے ایک دفعہ غلہ کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو گیلا پن پایا تو فرمایا کہ: جو لوگ دھوکہ دیتے ہیں ہم میں سے نہیں ہیں، (۲۶) عمال کے معیار کے متعلق فرمایا: ''جو شخص ہمارا عمال ہو نوکر، گھر اور بیوی کا خرچ در کار ہو ملے گا اس سے زائد لے گا تو خائن ہے، (۲۷) تعلیم و تربیت میں خود بھی مصروف رہتے تھے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے تھے، بدر میں تو قیدیوں کی رہائی فدیہ دس بچوں کو پڑھانا قرار دیا تھا، (۲۸) ابن عبدالبر نے استعاب میں بتایا ہے کہ: سعید بن العاصؓ کو یہ صیغہ مدینہ میں سونپا گیا تھا خود مسجد قبا کی مسجد کے مدرسہ کا اکثر نگرانی کے لئے دورہ فرماتے تھے۔ (۲۹)

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو السلام علیکم خود فرماتے، رات کے وقت ذرا آہستہ فرماتے کہ کہیں سونے والی زوجہ اُٹھ نہ جائے، کھانے، پینے، مکان، خرچ و ملاقات میں ہر زوجہ سے مساوی سلوک فرمایا کرتے تھے، عموماً عصر کے بعد ہر ایک کے مکان پر جا کر ضروریات دریافت فرماتے اور بعد مغرب سب سے علیحدہ علیحدہ ان کے مکانات پر ملاقات فرماتے اور شب کو جس کا دن مقرر ہوتا وہاں استراحت فرماتے، ازواج کے رشتہ داروں و سہیلیوں کی عزت فرماتے۔ (۳۰)

مساکین سے محبت فرماتے، غربا میں رہ کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی کے سبب حقیر نہ سمجھتے، کسی بادشاہ کو بادشاہی کے سبب بڑا نہ جانتے، پاس بیٹھوں کی تالیف قلب فرماتے، جاہلوں کی حرکت پر صبر فرماتے، کسی شخص سے اس وقت تک الگ نہ ہوتے جب تک وہ چلا نہ جاتا، صحابہ سے حد درجہ محبت فرماتے، زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے تھے، کپڑوں میں پیوند لگاتے، دشمن و کافر سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ (۳۱)

سلسلہ سخن ایسا صاف و شستہ ہوتا جس میں لفظاً و معناً خلل نہ ہوتا حد یہ کہ سننے والا چاہے تو الفاظ گن سکتا تھا، (۳۲) کم

کھاتے تھے اوراسکی نصیحت فرماتے تاکہ ایک تہائی حصہ کھانے، ایک تہائی پانی اور ایک تہائی خالی رہ سکے آپ ﷺ کا تو اس بابت یہ ارشاد ہے کہ: کسی خالی برتن کا بھرنا انسانی پیٹ سے زیادہ بھرنا بُرا نہیں، انسان کی توانائی برقرار رکھنے کے لئے چند لقمے کافی ہیں، اگر پیٹ ہی بھرنا ہے تو ایک تہائی کھانا، ایک تہائی پینا اور ایک تہائی حفاظتِ نفس (خالی) کے لئے رکھے۔

(۳۳) بیمار کو حاذق طبیب سے علاج کا حکم دیتے اور پرہیز کا مشورہ دیتے، (۳۴) نبیوں کے باہمی تقابلے و برتری سے منع فرماتے تھے، (۳۵) بچوں کو سلام فرماتے، سر پر ہاتھ پھیرتے، گود میں لیتے تھے، (۳۶) فاطمہ مخزومی کی سفارش پر اسامہ کو فرمایا کہ حدود اللہ میں سفارش جائز نہیں ہے، بخدا فاطمہ بن محمد ﷺ بھی ایسا کرتیں تو ان پر حد جاری ہوتی۔ (۳۷)

ثمال بن اثالؓ نے نجد سے مکہ جانے والا غلہ روکا تو مکہ میں قحط پڑ گیا آپ نے باوجود کفار کی دشمنی کہ اُنہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا، یہودی قرض طلبی میں بدتمیزی کرتے تو برداشت سے کام لیتے، حمزہؓ کے قاتل وحشی کو اسلام قبول کرنے پر معاف فرمادیا ہبار، جس نے آپ ﷺ کی دختر زینبؓ کو نیزہ مارا تھا اور جس کے سبب ان کا حمل ساقط ہوا اور بعد ازاں وہ وفات پا گئیں کو عفو کی التجا پر معاف فرمادیا، جانوروں تک سے حسن سلوک کی ہدایت فرماتے، غیر مسلم معاہد سے ایفائے عہد کرتے اور فرماتے کہ جو ان کو قتل وزیادتی کا نشانہ بنائے گا وہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا، (۳۸) عورتوں کے ساتھ عمدہ سلوک کا حکم دیا کرتے تھے۔ (۳۹)

: آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرو پھر اگر چاہے تو وہاں جا کر کھالو یا نہ کھاؤ۔ (۴۰)

آپ ہر موقع پر عدل کو عمدہ جانتے تھے، ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ اُن کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ بروز حشر ایسے آئیگا کہ اُس کا ایک پہلو ساقط ہوگا۔ (۴۱) اِنہی سے مروی ایک اُور حدیث میں عورتوں سے عمدہ سلوک دیتے ہوئے انہیں ٹیڑھی پسلی سے تشبیہ دی گئ ہے۔ (۴۲) آپ ﷺ دنیا سے اور نکاح سے پرہیز کو غیر فطری جانتے تھے سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ: عثمان بن مظعونؓ نے ترک دنیا کی خاطر شادی نہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے اُنھیں منع فرمایا اگر ایسا ہوجاتا تو ہم سب خصی ہوجاتے (۴۳) بلکہ انسؓ سے تو آپ ﷺ کا یہ قول مروی ہے کہ: دنیا میں مجھے (تین چیزیں) محبوب ہیں، خوشبو، بیویاں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز (۴۴) فیاض ایسے تھے کہ لفظ فیاضی بھی خود کو آپ ﷺ کی تعریف میں کمتر محسوس کرے، جابرؓ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ سے جو چیز بھی مانگی گئ تو آپ ﷺ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ (۴۵) یہ آپ ﷺ کے کچھ اخلاق واقوال اور زمانہ امن وحضر کے چیدہ چیدہ آثار ہیں تفصیل میں جائیں گے تو کئ جلدیں بھی ناکافی محسوس ہونگیں۔

محمد عربی ﷺ زمانہ جنگ میں

جس طرح امن سے مراد وہ خطہ ارض ہے جہاں حکومت قائم ہو، عوام بستی ہو، خانہ جنگی کی کیفیت نہ ہو، دہشت وخوف کا سماں نہ ہو اور ملک وخطہ غیر وطن وقوم سے نبرد آزما نہ ہو کو ہم حالت امن سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح جب دو علاقے واقوام کسی مسئلے یا امر پر انا عزت، نظریئے ومعاشی مقاصد کی خاطر باہم دست وگریباں ہوں اور اس تصادم میں نتیجہ شکست واموات کی صورت برآمد ہو کو

جنگ سے تعبیر کرتے ہیں، مگر یہ امر قابلِ غور ہے کہ قدیم سے قدیم مسلم مورخین نے اس نقل وحرکت کا نام غزوہ و سریہ ہی رکھا، لیکن زمانہ حال کی خوش فہمی یا کج تصور کی جانی چاہیے کہ وہ اسے جنگ کے مترادف جانتے ہیں، حالانکہ اس کے لغوی معنی: قصد یا سیر کے ہیں اوران کے حالات پر مبنی کتب کو ہم مغازی کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسے مغازی عروہ بن زبیر اور مغازی واقدی وغیرہ، بخاریؒ میں زید بن ارقمؓ سے اس نقل وحرکت کو جو رسول اکرم ﷺ نے فرمائی ہو کو غزوہ بیان کیا ہے اور غزوات کی تعداد امام بخاری ۱۹ بتاتے ہیں۔ (۴۶)

اور جو نقل وحرکت کسی مسلمان نے کی ہو سریہ کہلاتی ہے، (۴۷) سلیمان منصور پوری نے جو تعداد غزوات وسرایا کی بیان فرمائی ہے: وہ ۸۲ اعداد پر مشتمل ہے اور اگر اس میں سے ۱۹ کو منہا کر دیا جائے تو تعداد سرایا ۶۳ باقی بچتی ہے، یہ تو آپ سب ہی جانتے ہوں گے کہ عہد مبارکہ میں دو قسم کے معرکے وقوع پذیر ہوئے ایک غزوات جس میں آپ ﷺ نے بنفس نفیس خود شرکت وقیادت کی دوسرے سرایا جس میں کسی صحابی کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی، سرایا کے چھ مقاصد پروفیسر علی محمد شاھین نے بیان فرمائے ہیں:

(۱) دشمنوں کے ارادوں کا حال معلوم کرنا۔

(۲) تبلیغ اسلام۔

(۳) صلح وامن کے لیے جانا۔

(۴) حملہ آوروں کی طرف مدینہ کے دفاع کے لیے آگے بڑھنا۔

(۵) سفارت لیکر دیگر قبائل کی طرف جانا۔

(۶) قریش کے قافلوں کی شام کی طرف نقل وحرکت روکنا۔ (۴۸)

دس سالہ مدنی دور میں بقول علی محمد شاہین ۸۸ مہمات روانہ کی گئیں جن میں سے ۲۷ غزوات ہیں اور ۹ غزوات میں دشمنوں سے جنگ ہوئی باقی ۱۸ میں تلوار استعمال نہیں ہوئی (۴۹) یوں علی محمد شاہین کا بیان کردہ عدد قاضی سلیمان سے چھ عدد زائد ہے مطلب بخاریؒ کے ۱۹ غزوات تو معتبر ومتفقہ ہوئے دیگر تواریخ وآثار سے ثابت اعداد میں جزوی فرق ہے اور ۸ غزوات دیگر روایات سے اخذ کرنے کے بعد مجموعی عدد کے طور پر نظر آتے ہیں، اور یہ غزوات وسریہ ۲ ہجری سے ۹ ہجری کے دوران آٹھ سالوں میں وقوع پذیر ہوئے اور اِن تمام غزوات وسریہ میں صرف ایک مسلمان اسیر ہوا، ۱۲۷ زخمی ہوئے ۲۵۹ مقتول ہوئے، جبکہ کل میزان ۳۸۷ ہوا اس کے برخلاف مخالفین کے ۶۵۶۴ افراد اسیر ہوئے، ۷۵۹ قتل ہوئے، کل میزان ۷۳۲۳ ہوا اور دونوں فریقین کے ۶۵۶۵ افراد قید ہوئے، ۱۲۷ زخمی ہوئے، ۱۰۱۸ مقتول ہوئے اور کل میزان ۷۷۱۰ ہوا۔

مطلب ۲۹۲۰ دن، جو آٹھ سالوں میں گزرے، کے دوران ۲۲.۹٪ مسلمان سالانہ زخمی ہوئے، مقتولین کی دونوں جانب تعداد ۱۰۱۸ کو جب ۸۲ پر تقسیم کیا جائے تو فی جنگ ۱۱.۸/۴۱ کا اوسط نکلتا ہے، اسیران جنگ میں صرف حنین میں ۶۰۰۰ افراد اسیر ہوئے باقی جنگوں میں اوسط ۷٪ رہا، جبکہ صرف دو افراد کو سابقہ جرم کے نتیجہ میں قتل کیا گیا، جو ۲۳۸۳،۰۰۰ مربع کلومیٹر کے وسیع وعریض خطے میں اتحاد و یکجہتی لانے کے لیے برپا ہونے والے انقلاب کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے، جبکہ صرف عیسائی عدالت کے مقتولین کی تعداد

جان ڈیوڈ پورٹ نے "An Apology of Muhammed and Quran" میں ایک کروڑ بیس لاکھ بیان کی ہے، صرف اسپین میں تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو ہلاک کیا اور بتیس ہزار زندہ جلائے گئے یہ مغربی عیسائیت کے ہاتھوں اپنوں کے لہو کا تذکرہ ہے۔

وہ غزوات جو اسلامی تاریخ میں بالخصوص مغازی رسول اللہﷺ میں اہمیت کے حامل تصور کئے جاتے ہیں، میں بدر (۲ہجری)، احد (۳ہجری)، احزاب (۵ہجری)، خیبر (۷ہجری)، فتح مکہ (۸ہجری)، حنین (۸ہجری) اور تبوک (۹ہجری) شامل ہیں، جہاں تک جہاد کی فرضیت کا تعلق ہے تو وہ ہجرت کے بعد ریاست مدینہ کے قیام کے بعد فرض ہوا، اول سورہ حج میں جہاد کی اجازت مرحمت کی گئی اور جب قوت واستقلال حاصل ہوا تو سورہ بقرہ نے مزید توثیق کر دی۔

> ''اللہ نے تم پر قتال فرض کر دیا، حالانکہ تمہیں ناپسند ہے، ہوسکتا ہے تم جس چیز کو ناپسند کرو اور تمہارے لیے بہت بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور تمہارے لئے بہت بری ہو، جو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے''(البقرہ:۲۱۶) (۵۰)

ہم نے تمام غزوات وسرایا کو سامنے رکھ کر جو حساب کتاب آپ کے سامنے پیش کیا اُس سے آپ بخوبی آپﷺ کی جنگی صلاحیتوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آٹھ سالوں میں ۸۸ مہمات میں صرف ایک اسیر، ۱۲۷ زخمیوں، ۲۵۹ مقتولین وشہدا کو کھو کر ۲۳۸۳۰۰۰ مربع کلومیٹر حاصل کیا جبکہ اس کے مقابلے میں نپولین نے روس میں ساڑھے چار لاکھ سپاہی لے جا کر کچھ نہیں پایا الٹا صرف ۲۶۰۰۰ سپاہی بچا کر واپس لا پایا یہ یورپ کے سب سے عظیم سپہ سالار کا حال ہے جبھی لڈل ہارٹ نے کہا تھا کہ ''اگر امن چاہتے ہو تو جنگ کو سمجھنے کی کوشش کرو، (۵۱)

مگر مستشرقین کا یہ بُو دا دعویٰ ہے کہ اسلام تلوار کے دم پر پھیلا ہے کوئی عقلی و منطقی جواز نہیں رکھتا یہ زیادہ سے زیادہ ایک غیر مختتم الزام ہے، جس کی صفائی کا یہاں مقام نہیں ہے، بس صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ مشرق بعید، برطانیہ، امریکہ، چین، فرانس وروس میں مسلمانوں کی موجودگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں عقیدت واحترام، محدثین وفقہا کرام کی تبلیغ سے پھیلا ہے اگر مسلمان زبردستی اسلام پھیلانے پر یقین رکھتے تو مصر، شام، لبنان، فلسطین وہندوستان میں کوئی غیر مسلم نہ باقی بچتا۔

آج اسپین میں کوئی قدیم عربی وبربری مسلم نسل کا حامل نظر نہیں آتا ہے، یورپی عیسائی تعصب نے انہیں وہاں سے معدوم کر دیا ہے، یورپیوں نے جنگوں میں ظلم وجبر، قتل وغارت گری کا جو طوفان برپا کیا اس سے کون واقف نہیں ہے کیرن آرم اسٹرانگ کی ''یروشلم'' اور ''مقدس جنگ'' اور گبن کی ''زوال وعروج روم'' دیکھ لیں، ول مین نے خوب تبصرہ کیا کہ ''مسیحی کلیساء نے جس قدر سنگدلی دکھائی اور خونریزی برپا کی اس قدر دنیا میں شائد ہی کسی مذہب یا ادارے نے کی ہو'' (۵۲) یہ وہ بیان ہے جو ایک پیری، فقیری اور صوفیت کے بانی ادارے نے اہنسا کے نام پر دنیا کے ساتھ کیا یہ اُس ادارے کا کام ہے جس نے تعلیمات مسیح میں فلاطونیت اور نو فلاطونیت کا خانقاہی تڑکا لگا کر روحانی بادشاہت کی داغ بیل ڈالی جس نے اپنی قدر اہنسا اور عدم جنگجوئیت کے منافی لا مختتم اقدامات کر کے خود اپنے نظریات کا خون کر دیا۔

چلیں مان لیتے ہیں کہ اسلام جہاد کو اہم قدرِ شجاعت جانتا ہے آپ بھی مانتے ہیں ہم بھی مانتے ہیں اس قدر کی روشنی میں تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں سے یہ توقع جائز تھی کہ مفتوحہ علاقوں میں ایک بھی غیر مذہبی نہ چھوڑتے مگر ہسپانیہ سے لیکر ہنگری، بلقان سے یونان وقبرص اور ہندوستان میں کوئی ہندو، عیسائی و یہودی نہ ملنا چاہیے تھا مگر یہ آج بھی عیسائیت کا وہاں اکثریت میں ہونا اور مسلمانوں کی پناہ میں بستے یہودیوں کا فلسطین پر قبضہ اُن کے بہتان کی نفی کرتا ہے فیصلہ منصف مزاج مورخ کرے کہ کس نے اپنے نظریات کے خلاف کیا؟ اور کس نے حدت وشدت سے کام لیا؟۔

آپ ﷺ زمانہ جنگ میں جیسے نظر آتے تھے جو اس بابت آپ ﷺ کے افکار تھے اس کا مختصر حال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ ''جہاد صرف اللہ کی راہ میں ہوتا ہے مالی فائدے کے لیے جہاد کرنے والے کے لیے کوئی ثواب نہیں ہے، (۵۳) آپ ﷺ نے زمانہ جنگ میں نئی اصلاحات کا چلن ڈالا، جنگ میں بچوں، عورتوں، بوڑھوں، کے قتل کی ممانعت فرمادی، اسی طرح دشمن کو باندھ کر تیراندازی کرنے کی ممانعت فرمادی، (۵۴) لوگ خود بھوکا رہ کر قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے، آپ ﷺ کی درخواست پر اسیران جنگ کو بلا فدیہ آزاد کردیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے عبادت گذار معتکفین کو تنگ کرنے ملکی آبادی، ذمیوں سے لوٹ مار کرنے، مُردوں کے مثلہ کرنے، پر پابندی عائد فرمادی تھی۔

جنگ سے قبل سفیر ونقیب روانہ کرتے تھے، جو اول معاندین ومخالفین کو اسلام کی دعوت دیتے، نا ماننے پر ذمی بننے کی پیش کش کرتے تیسری صورت میں مجبوراً جنگ کرنی پڑتی تھی، تمام غزوات میں مخالفین کے ۶۵۶۴ قیدیوں کو بلاشرط حنین میں، اور ۷۰ بدری قیدیوں کو فدیا لے کر چھوڑ دیا گیا، کئی قیدیوں کو دس بچوں کی تعلیم کے عوض بلا فدیہ آزاد کیا۔

جنگ سے قبل جنگی نقطہ نظر سے مقام کا تعین صحابہ کے مشورہ سے کرتے تھے، باقی قائد لشکر، تزویرات، وسائل کی فراہمی وغیرہ آپ ﷺ سرانجام دیا کرتے تھے، بدر، احد، حنین وتبوک سے آپ ﷺ کی اوللعزمی ومستقل مزاجی کا اندازہ ہوتا ہے، ۹۰۰۰ ہزار گز لمبی، چار گز گہری، اور پانچ گز چوڑی خندق کو چھ دن میں تیار کرانا آپ ﷺ کی تدابیر ولیاقت کی بدولت ممکن ہوا، (۵۵) آپ ﷺ زمانہ جنگ میں مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرتے تھے، غزوہ تبوک میں محمد بن مسلمہ ؓ آپ ﷺ کے نائب تھے، ابن عبدالبر نے الاصابہ میں بتایا ہے کہ: ابن مکتوم ؓ کو تیرہ مرتبہ آپ ﷺ نے اپنا نائب مقرر کیا تھا، جبکہ بدر میں ابولبابہ ؓ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

آپ ﷺ کے جھنڈے کا نام عقاب تھا اور یہ مربع شکل کا سیاہ پرچم تھا جبکہ ایک جھنڈا سفید تھا جس کا نام ربیہ تھا اکثر یہ کالی دھاریوں ونقطوں پر مشتمل ہوتا تھا، (۵۶) اس کے علاوہ مہاجر وانصار اور ہر قبیلے کا بھی الگ الگ پرچم ہوا کرتا تھا، لشکر کی تقسیم بندی قلب، میمنہ، میسرہ، مقدمہ الجیش اور ساقہ پر مشتمل ہوتی تھی (۵۷) ہتھیاروں میں تلوار، تیر، کمان، برچھا، زرہ، ڈھال، نیزہ، گھوڑا، اونٹ، اور منجنیق خاص ہتھیار تصور کیے جاتے تھے، جنگ کے وسائل فراہم کرنے میں سب حسب استطاعت حصہ ڈالتے تھے مگر ابوبکر ؓ، عمر ؓ اور عثمان ؓ کی مالی خدمات سب سے زیادہ تھیں، اس مختصر زمانہ نبوت کے جنگی حال سے مکمل تصویر تو ابھر کر غالباً سامنے نا آئے گی مگر امید واثق ہے چیدہ چیدہ نکات ضرور ذہن نشین ہو گئے۔

حاصلِ کلام:

اس تمام بحث کا حاصل یہ ہے کہ آپﷺ جنگ ہو یا امن آپﷺ کی حزم واحتیاط، حلم وعجز اور حقوق العباد کی پیروی جاری وساری رہتی تھی جو مستشرقین، مؤرخین، اور علمائے سیاسیات اپنی ذاتی قدروں (values) اور نظریات (ideologies) کے ذریعے زمانہ قدیم کی مقدس شخصیات کی غلط تصویر کشی کرتے ہیں وہ خود اپنی ذاتی تاریخ، علمی بنیادوں کو قائم کرنے کے لئے بہایا جانے والا خون اگر جمع کرنا شروع کر دیں تو شرم سار ہو کر یہ مغربی ملحدانہ، جمہوریت، سرمایہ داریت، اشترا کیت ولا دینیت کی تاریخ نہ لکھنے پر مجبور ہو جائیں گے، اور آئینے میں خود کا چہرا نظر آئیگا۔

ان کے علمی آباء واجداد جن کے آج یہ حوالے دیتے نہیں تھکتے خود اُن کی تعلیمات کو یہ سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش کرتے ہیں۔ آج کی سیاسیات کے علماء اس امر سے تو بخوبی واقف ہیں کہ نظریہ اخلاقیت وتصوریت (theory of idealism) کے بلمقابل تمام بڑی قوتیں نظریہ حقیقت (theory of realism) اور نظریہ سرمایہ سازی (theory of capital) پر ایمان رکھتی ہیں خود سینٹ تھامس سے لیکر کانٹ تک ان کے مداح تھے

مشہور امریکی منصوبہ ساز مدبر فرانسس فاکویاما (francis fukuyama) نے اپنی کتاب تاریخ کا خاتمہ (The End Of History :And the last man stand) کے باب اول میں ''ایمل فیکن ہائم'' کا یہ اقتباسی بیان دیا ہے کہ: کانٹ جیسا مفکر بھی اس یقین میں سنجیدہ تھا کہ: جنگ خدا کے مقاصد کو پورا کرتی ہے، اگر چہ ہیروشیما کے بعد جنگ کو لازمی بُرائی سے تعبیر کیا گیا، (صوفی کیتھولک) سینٹ تھامس اکیناس کا مؤقف تھا کہ ظالم حکمران خدا کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شہادت کیسے نصیب ہوتی؟ جدید صدی کا ترقی یافتہ انسان کیا ایسے خدا پر یقین کر سکتا ہے۔ (۵۸)

کانٹ جو جدید دور کا عظیم ترین فلسفی جانا جاتا ہے کو چھوڑ بھی دیں تو نشطے کا بھی اس کے اریب قریب ہی موقف تھا آج جو حضرات جدید الخیال ہیں اُنہوں نے یہ حقِ شہادت خدا سے چھین کر جمہوریت وریاست کو سونپ دیا ہے، کل کا خدا روحانی تھا تو آج کا خدا مادی یا وطنی ہے لوگوں نے اگر چہ خدا بدل لیا ہے، اُس کا نام و چہرا بدل دیا ہے اِن کا اعتقاد ضرور بکھر گیا ہے، مگر ہر ایک نے اپنے موقف ونظریے کو خدا بنا کر لڑنا مرنا شروع کر دیا ہے۔ جبکہ ان سب کے مذاہب وفلسفی اُس کے اُلٹ کرتے نظر آتے ہیں، جیسا کہ یہ حضرات دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں۔

آج برما کے بدھ مت کے اہنساء کے پیروکار مسلمانوں کا جس طرح قتل عام کر رہے ہیں کیا اُن کے اعتقاد ونظریات اُنہیں اِس کی اجازت دیتے ہیں؟ جبکہ اس کے بلمقابل زمانہ قدیم کے مسلمانوں کو دیکھیں جنھوں نے غیر مذاہب سے کس قدر فراخی کا مظاہرہ کیا اس کا سب سے بڑا ثبوت خود مسلمانوں کا اقلیت میں ہونا ہے۔ مسلمانوں نے کبھی نو آبادیاتی دور کی یورپی طاقتوں کی طرح میشنریز (misssionries) ریاستی سطح پر روانہ کر کے ایشیاء وافریقہ میں تبلیغ نہیں کی اور نہ لوگوں کی بھوک سے فائدہ اُٹھا کر اُنہیں تبدیلی مذہب کے لئے مجبور نہیں کیا کیونکہ محمد عربیﷺ اور اصحاب کرامؓ کی حیات اُنہیں لوگوں کی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھانا نہیں

سکھاتیں اور اس تحریر میں ان دو پہلوؤں کی طرف جب ہی اشارہ کیا گیا ہے اس سے واضح ہے کہ نہ ہی آپ ﷺ نظریہ ربانی کو جانتے و مانتے تھے اور نہ مذکورہ بالا مفکرین کی طرح نظریہ قوت کو تسلیم کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ جنگ و امن کو مربوط و مسلسل عمل جانتے تھے جو وحی الٰہی کی روشنی میں سرانجام دیئے جاتے تھے لہٰذا آپ کی امن و جنگ کی حالتوں پر تنقید بذاتِ خود بہتان ہی دکھتی ہے۔

جبکہ آپ ﷺ کی کل حیات ایک ایسے اعتدال میں بندھی نظر آتی ہے کہ جنگ ہو یا امن آپ ﷺ کا حلم ورحم اطاعتِ الٰہی کی روشنی میں حقوق العباد کی اہمیت کو رزم ہو یا بزم دونوں کیفیتوں میں برقرار رکھتے تھے یہی اس تحقیق کا مدعا و مقصد ہے، اس کا مقصد کل حیاتِ نبوی ﷺ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ مستند ذرائع سے آپ ﷺ کی حیات کا مکمل خاکہ کھینچنا ہے جس میں لازماً بہت کچھ رہ گیا ہے مگر قلتِ قرطاس کے سبب ہم اس سے عاجز ہیں۔

اس مختصر بیان میں رسول اکرم ﷺ کے جنگ و امن کے حالات و معمولات کو موضوع سخن بنایا گیا ہے، چونکہ موضوع بڑا وسیع اور تحقیق طلب ہے جس کا یہاں موقع و مقام نہیں ہے، نا اتنی قابلیت و علمیت کے ہم حامل ہیں، جتنی بساط و اہلیت تھی اتنا لکھ دیا، جبھی کوتاہی پر معاف فرمائیں، مختصر و جستہ جستہ نکات سے موضوع مقالہ ابھارنے کی عاجزانہ کاوش ہے، اس میں کتنے کامیاب رہے اس کا فیصلہ تو محققین و قارئین ہی کر پائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ ہارٹ، مائکل ''سو عظیم شخصیات، بلال بک کارپوریشن، لاہور، ۲۰۰۴ء: صہ۱۸۔

۲۔ ایضاً: صہ۱۹۔

۳۔ ڈیورانٹ، ول، اسلامی تہذیب کی داستان، نگارشات، لاہور، ۲۰۱۰ء: صہ۱۰-۹۔

۴۔ حتی، فلپ کے، تاریخ عرب، نگارشات، لاہور، ۲۰۰۰ء: صہ۳۴-۳۳۔

۵۔ Armstrong, Karen. "A History of Jerusalem: One City Three Faith", Harper Collins, London,1996: pp. 220

۶۔ Smith, R. Bosworth. "Muhammad and Muhammadanism", London,187:pp-126

۷۔ عبدالباری، رسول اللہ ﷺ کی جنگی اسکیم، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور: صہ ۲۱۱۔

۸۔ ابوعیسیٰ ترمذی، امام، شمائل ترمذی، توصیف پبلی کیشنز، لاہور، ص۱۹۳۔☆ مسلم: ۲۳۲۲۔

۹۔ حسین بن مسعود بغوی، امام، ''نبی اکرم ﷺ کے لیل ونہار''، حدیبیہ پبلیکیشنز، لاہور، : ۳۴۸ ☆ بخاری: ۶۱۴۷ (متفق علیہ)۔

۱۰۔ ابوعیسیٰ ترمذی، امام، شمائل ترمذی، محولہ بالا: صہ۱۹۷۔

۱۱۔ شمائل ترمذی: صہ۱۷۸ ☆ لیل ونہار: ۳۰۵ ☆ مسلم: ۲۴۱۲ (عن: سعد بن ابی وقاص)۔

۱۲۔ ایضاً: صہ۱۷۸ ☆ لیل ونہار: ۳۷۴ ☆ ابوداؤد: ۴۸۱۸۔

۱۳۔ ایضاً: صہ۲۷۳ ☆ لیل ونہار: ۳۸۵ (ضعیف: قال زبیر علی زئی فی تخریج الانوار فی شمائل نبی المختار)۔

۱۴۔ ابوداؤد: ۵۲۲۹، ۵۲۳۰ ☆ جامع ترمذی: ۲۷۵۴ ☆ احمد: ۱۶۸۳۶، ۲۲۲۴۳۔

۱۵۔ حسین بن مبارک، علامہ، ''الاحکامات وممنوعات''، حدیبیہ پبلیکیشنز، لاہور، ح: ۱۴۰۲ ☆ بخاری: ۵۹۸۴ (متفق علیہ) (عن: جبیر بن معطم ؓ)

۱۶۔ حسین بن مسعود بغوی، امام، محولہ بالا: ۳۱۵ (صحیح)

۱۷۔ ابوعیسیٰ ترمذی، امام، محولہٗ بالا ص ۲۸۲، ۲۸۳ ☆ لیل ونہار: ۳۸۳ ☆ بخاری: ۲۵۶۸، ۵۱۷۸۔

۱۸۔ ایضاً: صہ۲۸۵ ☆ لیل ونہار: ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰ ☆ عبدالرزاق: ۲۰۴۹۶۔

۱۹۔ ایضاً: صہ۹۰-۲۸۹ ☆ لیل ونہار: ۱۹۲ ☆ ابوداؤد: ۴۷۷۴ ☆ منفق علیہ۔

۲۰۔ ایضاً: صہ۳۰۳ ☆ لیل ونہار: ۳۶۸ (ضعیف: محمد بن حمید وفیہ علۃ اخری: زبیر علی زئی)

۲۱۔ ایضاً: صہ۳۹۹ ☆ بخاری: ۲۷۳۹، ۶۴۵۴، ☆ مسلم: ۱۶۳۵، ۲۹۷۰ ☆ ابوداؤد: ۲۸۶۳۔

۲۲۔ نعمانی شبلی وسلیمان ندوی، سید، سیرت النبی ﷺ، دارالاشاعات، کراچی: ۴۰/۲۔

۲۳۔ ایضاً: ۴۱/۲۔

۲۴۔ ایضاً: ۴۸/۲-۴۵۔

۲۵۔ علی محمد شاہین، پروفیسر، تاریخ اسلام، مکتبہ فریدی، کراچی، ۱۹۹۵ء: صہ۱۸۲، (بحوالہ: بخاری ؒ)۔

۲۶۔ شرف الدین نووی، امام، ''ریاض الصالحین''، زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۰۹ء، ح: ۱۵۷۹ (مسلم)

۲۷۔ ابوداود سجستانی، امام سنن ابی داود، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۲۰۰۵ء، ح: ۲۹۴۵۔

۲۸۔ علی محمد شاہین، پروفیسر محولہ بالا، صہ۱۸۶ (بحوالہ: ابن سعد: ۲/۱)۔

۲۹۔ ابن عبدالبر، علامہ، کتاب العلم والعلما، ادارہ اسلامیات، کراچی، لاہور، صہ۹۷۔

۳۰۔ سلیمان منصور پوری، قاضی، رحمۃ العالمین ﷺ، اسلامی کتب خانہ، لاہور، ۱۳۸/۲-۱۳۷۔

۳۱۔ ایضاً: ۲۴۶/۱۔

۳۲۔ بخاری: ۳۳۲ ☆ مسلم: ۲۴۹۳ (عن: عائشہ)

۳۳۔ ترمذی: ۲۳۸۰ ☆ ابن ماجہ: ۳۳۵۹ ☆ صحیح البانی: ۲۲۶۵۔

۳۴۔ ابن اثیر جزری، امام، ''اسد الغابہ فی معارفۃ الصحابہ''، مکتبہ خلیل، لاہور، ۲۰۱۱ء: ۱/۱/۴۴۱ (حصہ دوم ذکر: حارث بن کلدہ= عن: ابن اسحٰق عن اسمعیل بن سعد بن ابی وقاص)۔

۳۵۔ ابوداؤد: ۴۶۶۸ ☆ احمد: ۱۱۲۷۱ ☆ بخاری: ۳۳۹۵، ۳۴۱۶، (عن: ابوسعید، ابن عباس وابوہریرہ)

۳۶۔ محمد بن اسماعیل بخاریؒ، امام، صحیح بخاری، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء، ح: ۶۲۴۷ (عن: انسؓ)۔

۳۷۔ ایضاً: ۲۷۳۳ ☆ ابوداؤد: ۳۵۹۷ ☆ ابن ماجہ: ۲۳۲۰ (عن: عائشہ وابن عمر)۔

۳۸۔ الاحکامات وممنوعات: ۵۷۴، ☆ بخاری: ۳۱۶۶ ☆ ابن ماجہ: ۲۶۸۶ ☆ نسائی: ۴۷۵۷ (عن: ابن عمروؓ)

۳۹۔ النسا: ۱۹، ۱۲۹ ☆ ریاض الصالحین: ۲۷۳ (عن: ابوہریرہ)۔

۴۰۔ ''الاحکامات وممنوعات: ۵۷۹ ☆ مسلم: ۱۴۳۰/۱۰۵ ☆ بخاری: ۲۲۷۵، ۴۸۰۹، ۴۸۱۴۔

۴۱۔ ایضاً: ۵۸۴ ☆ ابوداؤد: ۲۱۳۳ ☆ ترمذی: ۱۱۴۱۔

۴۲۔ ایضاً: ۵۸۶ ☆ بخاری: ۳۳۳۱۔

۴۳۔ ایضاً: ۵۹۴ ☆ بخاری: ۵۰۷۳۔

۴۴۔ لیل ونہار: ۱۰۶۱ ☆ نسائی: ۳۳۹۲۔

۴۵۔ ایضاً: ۳۶۰ ☆ بخاری: ۶۰۳۴ ☆ مسلم: ۲۳۱۱، ۶۰۱۹۔

۴۶۔ بخاری: ۳۹۴۹ (عن: زید بن ارقمؓ)۔

۴۷۔ سلیمان منصور پوری، قاضی، ''رحمت العالمین ﷺ''، اسلامی کتب خانہ، لاہور: ۱۸۱/۲۔

۴۸۔ علی محمد شاہین، پروفیسر، محولہ بالا: ۱۸۷-۱۸۸۔

۴۹۔ ایضاً۔

۵۰۔ عماد الدین ابن کثیر، حافظ، ''الفصول فی الاختصار سیرت النبی ﷺ''، مکتبہ العلم، لاہور: صہ ۶۳-۶۴۔

۵۱۔ گلزار احمد، برگیڈیر، ''غزوات رسول ﷺ''، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء: صہ ۲۸۔

۵۲۔ Willmen. "Constitutional History of England" : pp : 62 /1(chap:2).

۵۳۔ ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ، ''الجہاد فی الاسلام''، ترجمان القران، لاہور، ۲۰۰۹ء: صہ ۲۱۹ (بروایت: ابوموسیٰ اشعریؓ وابو امامہ باہلیؓ)۔

۵۴۔ ''الاحکامات وممنوعات: ۵۷۳ ☆ بخاری: ۳۰۱۵ ☆ مسلم: ۱۷۴۴ ☆ ابوداؤد: ۲۶۶۸، ۲۶۶۹، ۲۶۸۷ (عن: ابن عمرؓ ورباح بن ربیعؓ ☆ ۲۶۸۷: ضعیف ہے مگر باندھ کر تیر اندازی کی صحیح مرفوع روایات اس کی شاہد ہیں)۔

۵۵۔ علی محمد شاہین، پروفیسر، محولہ بالا: صہ ۱۸۸۔

۵۶۔ ابن حجر عسقلانی، حافظ ''فتح الباری'' طبع بیروت: ۱۴۷/۴۔

۵۷۔ عبدالحیٔ کتانی، علامہ، ''نظامِ حکومت نبویﷺ''، فرید بک اسٹال، لاہور، **۲۰۰۵ء**: صہ ۳۷۷۔
۵۸۔ فوکویاما، فرانسس، ''تاریخ کا خاتمہ''، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، **۲۰۱۳ء**: صہ ۲۸۔

ڈاکٹر ثمر سلطانہ بحیثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔

محمد علی جنید بحیثیت ریسرچ اسکالر، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آصف رضا بحیثیت ریسرچ اسکالر، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔